امام نسائیؒ

اور

اُن کی سنن کی خصوصیات

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری، استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نام ونسب وپیدائش نام احمد ہے اور کنیت ابو عبدالرحمن، پورا نسب نامہ یہ ہے: احمد بن شعیب بن علی بن سنان ابن بحر بن دینار۔

خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ سے علم وفن اور اربابِ کمال کا مرکز رہا ہے، تاریخ اسلام کے سیکڑوں نام اور فضلاء اس کی خاک سے اُٹھے ہیں، امام نسائیؒ بھی اسی خاک کے ایک مایۂ ناز فرزند تھے۔

نساء خراسان کا ایک شہر ہے جو مرو کے قریب واقع ہے[1]۔ اس کو امام موصوف کے مولد ومسکن ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوکر آپ نسائیؒ کہلاتے ہیں۔

مورخ ابن خلکان رقمطراز ہیں:-

"نسبة إلى نساء بفتح النون وفتح السين المهملة وبعدها همزة، وهي مدينة بخراسان خرج منها جماعة من الأعيان"[2]

یہ نساء کی طرف نسبت ہے جس میں نون وسین دونوں مفتوح ہیں اور اس کے بعد ہمزہ واقع ہے۔ یہ خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جہاں سے بہت سے اربابِ فن پیدا ہوئے، نسائی ہمزہ کے مد اور قصر دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔[3]

---

[1] مرقاۃ ص۲۳۔ [2] وفیات ص۲۶ ج۱۔ [3] بستان ص۱۲۳۔

پیدائش اور ابتدائی حالات | امام موصوف ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ خود فرماتے ہیں:۔

یشبه أن یکون مولدی فی سنة ۲۱۵ھ ۔ اندازہ ہے کہ میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔[1]

اس کی تفصیل نہیں ملتی کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی تھی، لیکن اسی زمانہ میں خراسان کا علاقہ علم وفن کا مرکز بن چکا تھا، بہت سے اربابِ فضل وکمال موجود تھے اس لئے قیاس یہی چاہتا ہے کہ ابتدائی تعلیم امام نسائی نے یہیں حاصل کی ہوگی۔

سماعِ حدیث کے لئے سفر | امام نسائی جس زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت علمِ حدیث کی تحصیل کے لئے گھر بار چھوڑنا اور دور دراز ممالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا، آج اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، محدثین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی طلب میں ملکوں ملکوں پھرنا سیکڑوں میل پاپیادہ طے کر لینا براعظموں اور سمندروں کو پار کرنا اُس دور کے علماء کے نزدیک بہت معمولی بات تھی۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے طلبِ حدیث کے لئے رحلت کا یہ ضابطہ بیان کیا ہے:۔

> وصفة الرحل بحیث یبتدئ بحدیث اهل بلده فیستوعبه ثم یرحل فیحصل فی الرحلة ما لیس عنده[2] اور رحلت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے شہر کی حدیثوں سے ابتداء کرے اور جب وہ پورے طور سے حاصل کر چکے تو پھر اور شہروں کا سفر کرے اور اس سفر میں ان روایات کو حاصل کرے جو اس کے پاس نہ ہوں۔

اسی ضابطہ کے بموجب امام نسائیؒ نے اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[3] علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔

> "رحل إلی قتیبة وله خمس عشرة سنة فقال أقمت عنده سنة وشهرین[4] سب سے پہلے امام قتیبہ کی خدمت میں سفر کر کے گئے جبکہ عمر شریف ۱۵ سال کی تھی اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا۔"

ان کے علاوہ دوسرے شیوخ واساتذہ سے استفادہ کے لئے دنیائے اسلام کے مختلف حصّوں کا

---

[1] تہذیب ج۱ ص۳۸۔ [2] شرح نخبۃ۔ [3] بستان ص۱۳۲۔ [4] تذکرہ ج۲ ص۵۴۔

سفر کیا، علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں:-

"رحل إلی الآفاق واشتغل بسماع الحدیث والاجتماع بالأئمۃ الحذاق

نیز جن مشائخ سے بالواسطہ حدیثیں سنی تھیں ان سے مشافہۃً بھی روایت کیا۔"[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں: "انھوں نے بہت سے شہروں کے شیوخ واساتذہ سے استفادہ کیا، خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام ومصر وغیر ذلک[2]۔ اس کے علاوہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے، اس کے بعد امام صاحب نے مصر کو اپنے علوم کی نشر واشاعت کا مرکز بنایا، علامہ ذہبی نے ابن یونس کا قول نقل کیا ہے: "قدم مصر قدیماً وکتب بھا وکتب عنہ۔"[3]

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:-

"در مصر مسکن داشت وتصانیف او درون دیار منتشر است ومردم بسیار ازو اخذ وتحمل حدیث کردہ اند پس از مصر بدمشق آمد۔"[4] مصر میں مستقل طور سے سکونت اختیار کی، ان کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے امام صاحب سے اخذ وروایت حدیث کیا ہے، آخری زندگی ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے تھے۔"[5]

شیوخ واساتذہ ان کے شیوخ واساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: سمع من خلائق لا یحصون۔[6]

اوپر گذر چکا ہے کہ سب سے پہلے قتیبہ بن سعید المتوفی ۲۴۰ھ کی خدمت میں سفر کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو شیخ الحفاظ، محدث خراسان کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ بلخ کے رہنے والے تھے۔[7] ان کے شیوخ میں اسحاق ابن راہویہ، محمد بن نصیر، علی بن حجر، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن بشار، امام ابوداؤد سجستانی وغیرہم امام بخاریؒ کو بھی حافظ ابن حجرؒ نے امام نسائیؒ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی سے امام نسائی کا روایت کرنا ثابت ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۶۳۔ [2] بستان ص ۱۲۳۔ [3] تذکرہ ص ۲۴۲/۲۔ [4] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱ طبع قدیم

[5] تہذیب التہذیب ص ۳۷۔ [6] تہذیب ج ۱ ص ۳۷۔ [7] تذکرہ ص ۲۴۳/۲۔

تلامذہ | امام نسائی کے علمی کمالات نے اُن کی ذات کو طالبانِ حدیث کے لئے مرجع بنا دیا تھا۔ اُن کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں، خود امام صاحب کے صاحبزادے عبدالکریم، ابوبکر بن احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی ۳۶۳ھ، ابو علی حسن بن خضر السیوطی، حسن بن الشبق عسکری، حافظ ابوقاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی ۳۵۷ھ، ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ، محمد بن معاویہ بن الاحمر، محمد بن قاسم الاندلسی المتوفی ۳۲۸ھ، علی بن جعفر طحاوی، احمد بن محمد بن مہندس۔ ان حضرات نے آپ کی کتاب سنن کی روایت بھی کی ہے[1]۔

ان کے علاوہ ان کے تلامذہ ابو بشر دولابی، ابو جعفر طحاوی وغیرہم ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ایک طویل فہرست بیان کی ہے اور فرمایا: وأمم لا يحصون[2]۔ ان رواۃ مذکورین میں امام علی بن ابی جعفر طحاوی المتوفی ۳۵۱ھ اکابر حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پائے کے محدث گذرے ہیں۔ یہ مشہور امامِ وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادے ہیں۔ جن کی کتاب "شرح معانی الآثار" علم حدیث کی ایک بے نظیر کتاب ہے، اور نہایت مشہور و متداول ہے۔

امام نسائیؒ کا زہد و تقویٰ | زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ کان ورعا متورعا[3] جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے اتنے بلند مقام تک پہنچایا۔ يصفون من اجتهاده في العبادة بالليل والنهار ومواظبته على الحج والجهاد وإقامة السنن المأثورة واحترازه عن مجالس السلطان وإن ذلك لم يزل دابه إلى أن استشهد[4]۔

صوم داؤدی کے پابند تھے ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے[5]۔

حافظ محمد بن مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ امام نسائی کے دن و رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذرتا تھا، اکثر حج کیا کرتے تھے جہاد کا جذبہ بھی تھا۔ ایک مرتبہ امیرِ مصر کے ساتھ جہاد میں شرکت بھی کی تھی، ان کی شجاعت و بہادری کے لوگ معترف ہوگئے: انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو قائم کیا، بادشاہوں کی مجالس سے ہمیشہ گریز کیا، اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کشادہ دست رہے۔

تا شہادت اُن کی زندگی اسی پر قائم رہی۔ سنت کی اشاعت بدعت سے نفرت پر ان کی شہادت کا واقعہ خود ایک

---

[1] تہذیب التہذیب ج۱ ص۳۷۔ [2] ایضاً ج۱ ص۳۷۔ [3] الکمال۔ [4] تہذیب ج۱ ص۳۸۔ [5] وفیات ج۱ ص۶۵۔ [6] تذکرہ ج۲ ص۲۸۸۔

واضح دلیل ہے۔ نیز اس سے امام صاحب کی حق گوئی و بیباکی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ جو مردانِ خدا کا ہمیشہ سے شعار رہا ہے کچھ دنوں تک حمص کے قضاء کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔[۱]

علماء و معاصرین کا اعتراف | مورخ ابنِ خلکان نے ان الفاظ سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

"کان امام عصرہ فی الحدیث" ص۵۹ ج۱۔

ابو سعید عبدالرحمٰن نے اپنی "تاریخ مصر" میں یہ الفاظ رقم کئے ہیں:۔

"کان اماماً فی الحدیث ثقۃ ثبتاً حافظاً" وہ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔[۲]

امام دارقطنی فرماتے ہیں "ابو عبد الرحمان النسائی مقدم علی کل من یذکر بھذا العلم من اھل عصرہ" ابو عبدالرحمٰن نسائی اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند و اونچے تھے۔[۳]

حاکم نے دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے سنا کہ امام نسائی جرحِ رواۃ، فنِ حدیث، فنِ تنقید اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں فائق تھے۔[۴] ابو بکر حداد نے باوجود کثیر الحدیث ہونے کے صرف امام نسائی سے روایت کی، فرماتے تھے کہ میں نے اس کو اپنے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درمیان حجت بنایا ہے۔[۵]

حافظ ابو علی نیشاپوری کا قول ہے:۔ "ھو الامام فی الحدیث بلا مدافعۃ"۔

"وہ بغیر کسی تقابل حدیث کے امامت کا درجہ رکھتے ہیں"[۶]

حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور ابنِ کثیر وغیرہ نے بہت سے اہلِ علم کے اقوال نقل کئے ہیں۔ جنھوں نے امام نسائی کی رفعتِ شان و فضل کا اعتراف کیا ہے۔

صاحبِ مجمع بحار الانوار فرماتے ہیں:۔ "وکان احد الائمۃ الحفاظ و اعلام الدین وارکان الحدیث امام اھل عصرہ و عمدتھم وقد وتھم وجرحہ وتعدیلہ معتبر بین العلماء"

ناقدینِ فن کی ایک جماعت نے جلالتِ علمی کے لحاظ سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بڑھا ہوا بیان کیا ہے۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص۱۲۳ ج۱۱۔ [۲] وفیات ص۵۹ ج۱۔ [۳] تہذیب۔ [۴] تہذیب۔ [۵] ایضاً ص۶۶ ج۱۔ [۶] ایضاً ص

علامہ تاج الدین سبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں لکھتے ہیں:-

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی سے سوال کیا کہ آیا امام مسلم بن حجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی؟ فرمایا امام نسائی، پھر شیخ امام والا (حافظ تقی الدین سبکی) اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے اس سے موافقت کی۔[1]

حافظ شمس الدین ذہبی سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"هو أحذق بالحديث وعلله ورجاله من مسلم والترمذی وابوداؤد وهو جارٍ في مضمار البخاری وابی زرعة"[2] یہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد سے حدیث علل حدیث، اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرعہ کے ہمسر ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:-

"قدمه قوم من الحذاق فی معرفة ذلك علی مسلم بن حجاج وقدمه الدارقطنی وغیره فی ذلك علی امام الأئمة ابی بکر بن خزیمة صاحب الصحیح"

فن رجال میں ماہرین کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن حجاج پر بھی فوقیت دی ہے، اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ صاحب الصحیح پر بھی مقدم رکھا ہے۔[3]

گو یہ قول جمہور کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے تاہم اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ امام نسائی کا پایہ بہت بلند تسلیم کیا گیا ہے۔

امام نسائی پر دورِ ابتلاء و وفات امام صاحب کو مصر میں جو شہرت و عظمت و مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بناء پر حاسدین نے حسد کیا اس لئے انھوں نے ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیرباد کہا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے تھے، چونکہ شام میں بنی اُمیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و ناصبیت کا زور تھا۔ عوام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے اس لئے امام نسائی دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پر چڑھ کر کتاب خصائص علی رض سنانی شروع کی ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کسی سائل نے سوال کیا کہ آپ نے

[1] طبقات الشافعیہ ص ۸۲/۲ - [2] توضیح الافکار ص ۲۲۲ ج ۱ - [3] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۸۔

میر معاویہؓ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے، فرمایا کہ معاویہؓ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں، دوسری روایت ہے جو فی الواقع اقرب معلوم ہوتی ہے کہ مجھ کو ان کے مناقب میں بجز اس حدیث کے "لا أشبع اللہ بطنہ" اور کوئی حدیث نہیں پہنچی، اس پر عوام مشتعل ہو گئے اور امام صاحب پر تشیع کا الزام لگاکر زدوکوب شروع کردی، امام صاحب کے نازک مقام پر چند سخت چوٹیں آئیں جن کے سبب سے امام صاحب نیم جان ہو گئے ایسی حالت میں لوگ مکان پر لائے، امام صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ معظمہ میں ہو، بالآخر ایسی حالت میں وہ اپنے خدا سے جاملے، اور مکہ مکرمہ میں امام صاحب کا انتقال ۱۳ صفر ۳۰۳ھ بروز دوشنبہ ہوا، صفا و مروہ کے درمیان تدفین ہوئی، بعض روایتوں میں ہے کہ رملہ ہی میں سپرد خاک کئے گئے اور ماہِ شعبان میں وفات ہوئی، انتقال کے وقت عمر ۸۸ سال کی تھی[1]

امام نسائی پر تشیع کا شبہ غلط ہے | اوپر گذر چکا ہے کہ شام میں خارجیت کا زور تھا، حضرت علیؓ کے مخالفین بڑی تعداد میں موجود تھے، اس لئے امام صاحب نے کتاب خصائص علیؓ لکھی تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اور برملا حق کا اظہار کیا، اس لئے لوگوں نے تشیع کا الزام لگایا،

حیرت ہے ابن خلکان نے بھی نقل کیا ہے کہ کان یتشیع، اور ابن کثیر نے بھی تحریر کیا ہے فیہ شئی فی التشیع یعنی کچھ شیعیت کا اثر تھا، اور متاخرین تک اسی نقل در نقل کا سلسلہ چلتا رہا۔ مگر حافظ ابن حجر عسقلانی، اور علامہ ذہبی ان دونوں نے اس سے سکوت کیا ہے بلکہ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ اس کے بعد امام صاحب نے فضائل صحابہ پر مستقل ایک تصنیف فرمائی، جس سے خود بخود تشیع کا شبہ بے بنیاد معلوم ہوتا ہے، البتہ اس کا احتمال ہو سکتا ہے حالات کے پیش نظر حضرت علیؓ و اہل بیت کے دفاع میں کچھ تشدد پیدا ہو گیا ہو۔ ورنہ ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت بالکل واشگاف ہو جاتی ہے۔ کہ خلفاء راشدین میں امام نسائی اسی ترتیب کے قائل ہیں جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ مثلاً باب امامۃ أھل العلم والفضل میں یہ حدیث نقل کی ہے، لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الأنصار منا أمیر ومنکم أمیر فأتاھم عمرؓ فقال ألستم تعلمون إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وفیات الاعیان ص۵۹ ج۱ و بستان ص۱۲۳ و تذکرہ ص۲۶۶ ج۲۔

قد أمر أبا بكر أن يصلى بالناس فأيكم تطيب نفسه أن يتقدم أبا بكر قالوا نعوذ بالله أن نتقدم أبا بكر [1]

امام نسائی کا مسلک | دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے فقہی مسلک کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کس کے مسلک کی طرف ان کا انتساب ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں:

"او شافعی المذہب بود، چنانچہ مناسکِ او بر آن دلالت می کند۔"[2]

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی حضرت شاہ صاحب کی تائید کی ہے اور امام نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے۔[3] فی الواقع حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ان کا انتساب مسلک شافعی کی جانب مناسب ہے۔[4] لیکن حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا قول فیض الباری میں ہے کہ،

" امام ابوداؤد نسائی حنبليان صرح به الحافظ ابن تيمية وزعم آخرون أنهما شافعيان[5] اور عرف الشذی میں یہ ہے کہ امام ابوداؤد و نسائی فالمشهور أنهما شافعيان ولكن الحق أنهما حنبليان۔[6]

اور ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد بظاہر ان کا حنبلی ہونا معلوم ہوتا ہے، مثال کے طور پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کی نماز قبل الزوال جائز ہے۔ چنانچہ باب وقت الجمعة۔ ترجمہ قائم کیا ہے اور باب کے تحت کی روایات سے حنابلہ کا استدلال ہے جس کو نقل کیا ہے اور جمہور ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت انسؓ کی صریح روایت كان يصلى الجمعة حين تميل الشمس (ترمذی ص۶۶) کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح ترجمہ قائم کیا ہے، باب اغتسال الرجل والمرأة من إناء واحد[7] جمہور کے نزدیک شوہر و بیوی دونوں ایک ساتھ غسلِ جنابت کر رہے ہوں تو دونوں کا غسل بالاتفاق ہو جائے گا۔ لیکن اگر عورت مرد سے پہلے غسل کرلے تو اس کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے شوہر کو غسل کرنا امام احمد کے نزدیک ناجائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ امام نسائی نے اس ترجمہ کے تحت حضرت عائشہؓ کی

---

[1] سنن نسائی ج۱ ص۷۹۔ [2] بستان ص۱۲۳۔ [3] ابجد العلوم ص۸۱۰۔ [4] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص۸۰۔
[5] فیض ج۱ ص۵۶۔ [6] معارف السنن ص۲۲۔ [7] سنن نسائی ص۴۳۔

روایت کو نقل کیا ہے جس سے اُن کا حضورؐ کے ساتھ ساتھ غسل کرنا ثابت ہے، اس کے بعد دوسرا ترجمہ باب الرخصة فی ذالک، قائم کیا ہے جو فی الواقع جمہور کا مستدل بیان کرنے کے لئے ہے، لیکن اس کے تحت جو روایت نقل کی ہے وہ جمہور کے مسلک پر صریح دلالت نہیں کرتی، حالانکہ حضرتِ میمونہؓ کی مشہور روایت (ترمذی ص۲) جمہور کا مستدل ہے اس کو اس باب میں ترک کر دیا ہے۔

حلیہ شریف | امام نسائیؒ کو حق تعالیٰ نے حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت بھی عطا کیا تھا۔ امام صاحب بڑے وجیہ و شکیل تھے، چہرہ نہایت پُر شکوہ اور روشن تھا۔ رنگ نہایت سرخ و سفید تھا، یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی حسن و ترو تازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔

لباس نہایت نفیس استعمال کرتے تھے، رنگین و قیمتی لباس بھی زیب تن فرماتے تھے، بہترین غذائیں کھاتے۔ مرغ خرید کر پالتے اور خوب فربہ کرکے کھاتے، حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھانے کے بعد نبیذ (شربت) پیتے تھے، چار بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں البتہ ان کے اولاد میں صرف صاحبزادہ عبد الکریم کا نام معلوم ہے۔

تصنیفات | امام صاحب نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

السنن الکبریٰ، والصغریٰ، خصائصِ علی، مسندِ علی، مسندِ مالک الکنی، عمل یوم ولیلة، اسماء الرواة والتمیز بینهم الضعفاء والإخوة ما اغرب شعبه علی سفیان وسفیان علی شعبه، مسند منصور بن زاذان وغیر ذلک[1]

حضرتِ شاہ عبد العزیز صاحب نے کتاب الجمعه اور محمد عبدہٗ نے کتاب المدسین کا تذکرہ کیا ہے[2] ان تمام مذکورہ بالا کتب میں کتاب الضعفاء والمترکین طبع ہو چکی ہے۔ اس میں انھوں نے بہت سے ثقات کو ضعیف کہہ دیا ہے ممکن ہے امام نسائی کے نقدِ رجال میں تشدد سے فائدہ اٹھاکر بعض لوگوں نے الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے[3]

سنن کی تالیف | امام نسائیؒ کی تالیفات میں سنن کے عنوان سے ان کی دو کتابیں ہیں۔ سنن کبریٰ، سنن صغریٰ، لیکن صحاحِ ستہ میں سنن صغریٰ شامل ہے جس کا دوسرا نام المجتنی ہے یا المجتبی دونوں لفظ قریب المعنی ہیں، حضرتِ شاہ عبد العزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائیؒ جب سنن کبریٰ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر رملہ[4] کی خدمت میں

---

[1] تدریب طبع جدید ص۵۱۶۔ [2] بستان ص۱۲۵ ومفتاح السنة ص۱۵۳۔ [3] ما تمس بہ الحاجة ص۲۷۔ [4] رملہ فلسطین بیت المقدس سے ۱۸ میل پر واقع ہے، حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا دار السلطنت تھا اور اب غیر آباد ہے (معجم البلدان)

پیش کیا، امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے؟ امام صاحب نے فرمایا نہیں! اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے، تب امام صاحب نے ان کے لئے سنن صغریٰ تصنیف فرمائی۔[1] اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن کثیر نے بھی جامع الاصول میں کیا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی اس کو مرقاۃ میں سید جمال الدین کے حوالہ سے نقل کیا ہے[2] لیکن علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے اندر امام نسائی کے ترجمہ کے تحت اس واقعہ کی تصریح یوں کی ہے کہ إن هذه الرواية لم تصح بل المجتبى اختصار ابن السني تلميذ النسائي۔ بے شبہ یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ مجتبیٰ ابن السنی کا اختصار ہے جو نسائی کے شاگرد ہیں۔[3] اس لئے مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کے نزدیک سنن صغریٰ ابن السنی کا اختصار ہے اور انہیں کا مرہونِ قلم ہے۔ مگر امام نسائی کا خود اپنا بیان جس کو ان کے شاگرد ابن الأحمر نے نقل کیا ہے کہ:

كتاب السنن أي الكبرى كله صحيح وبعضه معلول إلا أنه يبينه والمنتخب المسمى بالمجتبى صحيح، پوری کتاب السنن (الکبریٰ) کا بیشتر حصہ صحیح ہے، اور بعض حدیثیں معلول ہیں تو ان کی علت کو بیان کر دیا اور اس کا انتخاب جو المجتبیٰ کے نام سے موسوم ہے وہ تمام تر صحیح ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن صغریٰ کا اختصار ابن السنی[4] نے امام نسائی کے زیرِ نگرانی رہ کر کیا ہے، یمکن حملها على أن يكون ابن السني باشر اختصارها بأمر النسائي۔ فلنحمل عليه هذه الرواية ولا نجترئ على شق عصا الجماعة بقول محتمل[5]

سنن نسائی کی غرض امام نسائی زمانہ کے لحاظ سے صحاحِ ستہ میں سب سے مؤخر ہیں، اور امام بخاری کی شخصیت سے زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں، اس لئے انھوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے، اس کے ساتھ حسنِ ترتیب اور جودتِ تالیف میں بھی ممتاز ہے، چنانچہ حافظ ابو عبد اللہ ابن رشید المتوفی ۷۲۱ھ فرماتے ہیں، إنه أبدع الكتب المصنفة

---

[1] بستان ص۱۲۳، [2] مرقاۃ ص۲۳ ج۱۔ [3] توضیح الافکار ص۲۲۱ ج۱۔ [4] امام نسائی کی سنن الکبریٰ کے راوی ابن الأحمر ہیں جن کی کنیت ابوبکر اور نام محمد بن معاویہ المتوفی ۳۵۸ھ ہے اور سنن صغریٰ کا راوی ابن السنی ہے ان کی کنیت ابوبکر نام احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المتوفی ۳۶۴ھ ہے مشہور کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور دیگر کتابوں کے مصنف ہیں، ۸۰ سال کی عمر پائی تھی (تذکرہ ص۱۵۱ ج۳)۔ [5] الیانع الجنی ص۵۳

فی السنن تصنیفا وأحسنها توصیفا وھو جامع بین طریقی البخاری ومسلم مع حظ کثیر فی بیان العلل[1] یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے لحاظ بہترین ہے اور بخاری ومسلم دونوں کے طریقہ کی جامع ہے نیز علل حدیث کے ایک خاص حصہ کا بیان بھی اس میں آگیا ہے۔

سنن کے محاسن وفضائل | حافظ محدث ابو الحسن معافری المتوفی ۴۰۳ھ جو امام دارقطنی اور حاکم کے معاصر ہیں فرماتے ہیں کہ إذا نظرت إلی ما یخرجه أھل الحدیث فما أخرجه النسائی أقرب إلی الصحة مما أخرجه غیرہ[2] جب تمام محدثین کی جمع کردہ حدیثوں پر نظر ڈالوگے تو جس حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہ نسبت صحت سے زیادہ قریب ہوگی۔

اسی لئے بعض مغاربہ صحیح بخاری پر اس کی ترجیح کے قائل ہیں۔

علامہ سخاوی تحریر فرماتے ہیں: صرح بعض المغاربة بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری[3] بعض مغاربہ نے صراحت کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے۔[4]

محدث ابن الأحمر نے اپنے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے: إنه أشرف المصنفات کلھا وما وضع فی الإسلام مثله[5] یہ اس فن کی تمام مصنفات سے افضل ہے اور اسلام میں اس کے مانند کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

مگر یہ گفتگو صحیحین کے علاوہ دیگر کتابوں سے تقابل کے طور پر کہی جاسکتی ہے کیوں کہ صحیح بخاری کے بارے میں تو خود امام نسائی کا یہ قول حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ "ما فی ھذہ الکتب کلھا أجود من کتاب البخاری" ان تمام کتابوں میں بخاری کی کتاب سے زیادہ خوب کوئی کتاب نہیں"

اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں: "والنسائی لا یعنی بالجودة إلا الجودة الأسانید" نسائی کی مراد جودت سے جودت اسانید ہے۔[6]

امام نسائی کے شرائط | مقدسی نے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب میں نے کتاب السنن کے جمع کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے ان شیوخ سے روایت کرنے میں استخارہ کیا جن کے متعلق میرے قلب میں کسی طرح کا شبہ تھا۔

---

[1] مقدمہ زہر الربی۔ [2] ایضاً۔ [3] فتح المغیث ص۱۲۔ [4] ملا علی قاری فرماتے ہیں شذ بعض المغاربة ففضله علی کتاب البخاری ولعله لبعض الحیثیات الخارجة من کمال الصحة واللہ اعلم (مرقاۃ ص۲۳) [5] فتح المغیث ص۳۳۔ [6] مقدمہ فتح الباری۔

چنانچہ بہتر یہ معلوم ہوا کہ ان سے روایت نہ کروں لہٰذا بہت سی ایسی روایتیں جنھیں میں عالی سند سے بیان کرسکتا تھا اس کو اسی وجہ سے سند نازل سے نقل کیا ہے۔[۱] اس کے بعد حافظ مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی سے مکہ معظمہ میں ایک راوی کا حال دریافت کیا تو انھوں نے اس کی توثیق کی، میں نے عرض کیا کہ امام ابوعبدالرحمٰن نسائی نے تضعیف کی ہے اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ یا بنیّ أن لأبی عبد الرحمٰن فی الرجال شرطاً اشد فی شرط البخاری ومسلم بیٹا رجال کے بارے میں ابوعبدالرحمٰن نسائی کی شرط بخاری ومسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔[۲]

فی الواقع نسائی کی شرط ایسے لوگوں کی روایات کی تخریج ہے جن کے ترک پر اجماع نہ ہو (مراد خاص اجماع) بشرطیکہ اس حدیث کی سند متصل ہو اور انقطاع وانفصال نہ پایا جائے، اس کے باوجود امام نسائی نے بہت سے ایسے رجال سے جن سے ابوداؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں اجتناب کیا ہے، بلکہ صحیحین کے بہت سے رجال سے بھی روایت نہیں کی ہے۔ ولذلك قیل إن لأبی عبد الرحمٰن النسائی شرطه أشد من شرط البخاری ومسلم[۳] اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ امام نسائی نے شیخین یا دونوں میں سے ایک کے بہت سے رواۃ کو کتاب الضعفاء والمتروکین میں داخل کیا ہے، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام نسائی کا یہ فیصلہ ان دونوں کتابوں کے وجود میں آنے کے بعد تھا اس لئے کوئی حرج نہیں ہے، لیکن شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، امام صاحب نے شیخین کے رجال پر کلام اگر اپنے اجتہاد سے یا کسی معاصر سے نقل کیا ہے تو یہ جواب دیا جاسکتا ہے، البتہ اگر اپنے کسی پیشرو سے نقل کر رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کسی مرجح کی بناء پر اس سے روایت کر رہے ہوں جس سے اس کمی کی تلافی ہورہی ہو،[۴] اس لئے شرط النسائی اشد من شرط البخاری ومسلم کہنا کسی طرح قابلِ قبول نہیں۔[۵] ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ خطیب وحاکم وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ کل ما فیہ صحیح اس قول میں صریح تساہل ہے۔[۶] البتہ جیسا کہ علامہ سیوطی زہر الربی کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ:

وبالجملة فکتاب السنن بعد الصحیحین اقل حدیثاً ضعیفاً ورجلاً مجروحاً ویقاربه

---

[۱] شروط الائمہ ص۱۸۔ [۲] ایضاً ص۱۸ السند ابوالفضل بن طاہر مقدسی۔ [۳] مقدمہ زہر الربی۔ [۴] تدریب ص۶۵

[۵] لامع ص۲۱۔ [۶] مرقاۃ ص۲۳۔

کتاب ابی داؤد وکتاب الترمذی علامہ حازمی نے بھی یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ امام زھری کے تلامذہ کا طبقہ ثالثہ جو ابوداؤد کی شرط ہے یہی امام نسائی کی بھی شرط ہے[۱]

علامہ حازمی اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے نزدیک صحیحین کے بعد اس کا تیسرا درجہ ہے[۲] اگرچہ اس میں اختلاف بھی کیا گیا ہے جس کو ہم پہلے مضامین میں بیان کرچکے ہیں۔

سنن کی ایک اہم خصوصیت امام نسائی امام ترمذی کی طرح رواۃ کے اسماء وکنی کا پوری تشریح سے تعارف کراتے ہیں اس کے علاوہ ان کی خصوصی توجہ علل حدیث پر تنبیہ کرنے پر ہوتی ہے اور بعض مقامات پر اپنا فیصلہ بھی صادر فرماتے ہیں جب قال ابو عبدالرحمٰن ھذا منکر وھذا صواب کہتے ہیں، اس وقت نہایت معرکہ پیش آجاتا ہے پھر وہ بحث کافی غور وفکر کی طالب بن جاتی ہے۔

سنن کے تراجم ابواب کسی محدث کی فقاہت کا اندازہ اس کے تراجم ابواب سے لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے فقہ البخاری فی تراجمہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو محمل بیان کئے ہیں (۱) وہ مسائل فقہ جن کو مصنف نے اختیار کیا ہے وہ تراجم سے ظاہر ہوجائیں گے۔ (۲) اس سے صاحبِ کتاب کی فقاہت ذہانت، اور دقتِ نظر بھی معلوم ہوجاتی ہے، اس حیثیت سے بخاری کے تراجم نہایت اہم ہیں جن کو سمجھنے کے لئے بڑی دقتِ نظر وفقاہت کی ضرورت ہے اور اس کے بعد ابوعبدالرحمٰن نسائی کے تراجم ابواب ہیں مگر بہت سی جگہوں پر دونوں کتابوں کے تراجم حرفاً حرفاً موافق ہیں، ایسی صورت میں توارد پر محمول کرنا مشکل ہے، میرا خیال ہے کہ اس کو مصنف نے اپنے شیخ امام بخاری سے لیا ہے اور یہ احتمال قوی ہے جبکہ امام بخاری ان کے شیوخ میں ہیں، اس کے بعد علی الترتیب ابوداؤد وترمذی کے تراجم ہیں مگر سب سے آسان ترمذی کے تراجم ہیں اور ان کا سمجھنا بھی کچھ دشوار نہیں اور مسلم کے تراجم مصنف نے بذاتِ خود قائم نہیں کئے ہیں بلکہ بعد میں علامہ نووی نے قائم فرمائے ہیں مگر بخاری کے تراجم سے اسے کوئی نسبت نہیں[۳]

حضرت شاہ صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی کے تراجم نہایت مہتم بالشان ہیں، امام نسائی نے امام بخاری کے طرز پر تراجم قائم کئے ہیں، مثلاً امام بخاری کبھی مختصر روایت نقل کرتے ہیں اور حدیث کے ایسے جزء سے

---

۱ شروط الائمہ ص۴۲ ۔ ۲ معارف السنن ص۱۶ ۔ ۳ معارف السنن ص۲۳ ۔

ترجمہ پر استدلال فرماتے ہیں جو اس باب کے علاوہ دوسری جگہ کتاب میں ہے اس سے مقصود تشحید اذہان ہے اسی طرح امام نسائی نے ترجمہ قائم کیا ہے:- باب الاقامة لمن یصلی وحدہ [۱] اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے عن رفاعة بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو جالس فی صف الصلوٰة (الحدیث) اس حدیث سے ترجمہ ثابت نہیں ہورہا ہے مگر صفحہ ۱۹۳ پر روایت آرہی ہے یعنی اعرابی والی حدیث اس کے بعض طرق میں فتشھد وأقم کا لفظ موجود ہے جس سے ترجمہ ثابت ہے۔

سنن کے تراجم ابواب امام نسائی کی فقاہت و دقتِ نظر کا واضح ثبوت ہیں، اس لئے امام صاحب کے بارے میں ابن یونس کا ارشاد ہے: کان إماماً ثقة ثبتاً حافظاً فقیهاً [۲]

امامِ اعظم اور امام نسائی حافظ سخاوی فرماتے ہیں، کہ حافظ ابو الشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب السنة میں اور ابن عدی نے اپنی کامل میں اور خطیب نے تاریخِ بغداد میں اور ان سے پہلے دوسرے لوگوں نے جیسے ابن شیبہ نے مصنف میں اور امام بخاری و نسائی نے ائمۂ مجتہدین کے بارے میں جو کلام کیا ہے، میں ان ائمہ کو ان اعتراضات سے برتر سمجھتا ہوں کیوں کہ ان کے مقاصد نہایت اعلیٰ تھے اس لئے ان معترضین کی پیروی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ [۳]

جب امام نسائی مصر آئے تو وہاں امام طحاوی سے مذاکرے رہے شاید اسی زمانہ میں ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی کی ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ پر جو نقد کیا تھا اس سے رجوع کر لیا تھا [۴] وہ روایت یہ ہے:-

حدثنا علی بن حجر ثنا عیسی هو ابن یونس عن النعمان یعنی أبا حنیفة عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال لیس علی من أتی بهیمة حدٌّ۔

یہ حدیث ابن السنی کی روایت میں نہیں ہے، لیکن ابن الاحمر، ابو علی السیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔ [۵]

ایک لطیفہ سنن نسائی اپنی اہمیت کے باوجود امام بیہقی کے پاس نہیں تھی، علامہ ذہبی فرماتے ہیں: لم یکن عندہ

[۱] سنن نسائی ص ۱۱۳/۱، [۲] المنتظم ج ۶ ص ۱۳۱ - [۳] الاعلان بالتوبیخ ص ۶۵۔ [۴] ما تمس بہ الحاجہ ص ۲۸ تا ص ۳۳

[۵] تہذیب التہذیب ترجمہ امام ابو حنیفہ۔

سنن النسائی ولا جامع الترمذی ولا سنن ابن ماجۃ -[1] اسی طرح حاکم صاحبِ مستدرک کو بھی سنن کا سماع حاصل نہیں تھا، چنانچہ اس کا انھوں نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں تذکرہ بھی کیا ہے۔[2]

شروح وتعلیقات سنن نسائی صحاح ستہ کا رکنِ عظیم ہے مگر افسوس اس کے شروح وتعلیقات کی طرف وہ توجہ علماء نے نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی، چھ صدی گذرنے کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے اس پر تعلیق لکھی چنانچہ مقدمہ زہر الربی علی المجتبیٰ میں لکھتے ہیں کہ جس طرح صحیحین، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی پر میں نے تعلیقات لکھی ہیں، اسی طرح سنن نسائی پر یہ تعلیق لکھی ہے اور اس کی ضرورت بھی تھی چونکہ اس کی تصنیف پر چھ سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن اس کی کوئی شرح وتعلیق مشہور نہیں ہے اور علامہ سیوطی نے اپنی تعلیق کا نام زہر الربی رکھا ہے۔ مصنف کی دیگر تعلیقات کی طرح یہ تعلیق بھی بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ دوسری تعلیق یا حاشیہ محمد بن عبد الہادی سندی المتوفی ۱۱۳۸ھ کا ہے، یہ حاشیہ سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے، اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظِ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے یہ دونوں حاشیے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں

شرح ابن الملقن:- مصنف کا اصل نام عمر بن علی بن محمد ہے۔ کنیت ابو حفص، لقب سراج ہے۔ المتوفی ۸۰۴ھ انھوں نے صحاح کی شروح لکھی ہیں، اس سلسلے میں زوائد النسائی علی الاربعہ بھی ایک جلد میں مرتب کی تھی اس میں سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح ہے جو بخاری ومسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں نہیں ہیں[3] مگر یہ نایاب ہے۔

تعلیق حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم، یہ حضرت مولانا گنگوہیؒ وحضرت مولانا خلیل احمدؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰؒ وغیرہم کے افادات کا مجموعہ ہے اس کے علاوہ زہر الربی، حاشیہ سندی وغیرہ دیگر شروح کو سامنے رکھ کر مرتب فرمایا ہے، اس میں مشکل مقامات کا حل اغلاطِ طباعت کی تصحیح اور امام نسائیؒ کے ھذا منکر وھذا صواب پر محققانہ بحث ہے اور اس کتاب کی خصوصیات وتراجم پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے، سنن نسائی کی یہ مختصر شرح علمِ حدیث کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے۔ مگر افسوس کہ ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔ راقم نے حضرت الاستاذ کے صحاح ستہ پر افادات کے مجموعوں کے ساتھ اس کو بھی نقل کیا ہے۔!!!

---

[1] تذکرۃ الحفاظ۔ [2] معرفۃ علوم الحدیث ص ۸۲۔ [3] کشف الظنون ص ۳۰۶ ج ۲